© rasailojaraid.com

مولانا محمد عبید اللہ خاں عفیف

الاستفتاء

بشیر احمد صاحب حکیم رحیم یار خاں سے لکھتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنا کاروبار کرتا تھا اسے جماعت کی مدرسہ کی کمیٹی نے تدریس کے لیے منتخب کیا اور پانچ سو روپے تنخواہ مقرر کی تدریسی ڈیوٹی صرف پانچ گھنٹے تھی۔ مزید ٹائم تدریس پر صرف کرنا مدرس کی اپنی مرضی پر منحصر ٹھہرا چاہے پانچ گھنٹوں سے زائد ٹائم دے چاہے صرف پانچ گھنٹے لیکن اس نے اپنا کام سمجھتے ہوئے اور یکجہتی سے دین کی خدمت کے لیے اپنا دکانداری والا کام معطل کر کے پڑھانا شروع کر دیا اور ٹائم کبھی پانچ گھنٹے اور کبھی آٹھ گھنٹے تدریس پر صرف کرتا رہا کیونکہ اس نے اسے ملازمت نہیں بلکہ اپنا کام سمجھا ہوا تھا۔ پھر دورانِ تعلیم مدرس نے ناظم مدرسہ سے کہا کہ میرا وقت پاس نہیں ہوتا، تقریباً میرا آٹھ سو ماہانہ خرچ ہے، لہٰذا میری تنخواہ میں اضافہ ہونا چاہیے۔ اس پر مدرسہ کی کمیٹی نے کہا کہ سالانہ امتحان تک اسی تنخواہ پر پڑھاؤ اور آئندہ حالات کے تحت تنخواہ بڑھا دی جائے گی اور پانچ گھنٹے تدریس کے بعد اپنا کوئی کام کر لیا کرو۔ اس نے یہ فیصلہ قبول کر لیا۔ امتحان کے بعد اس نے رمضان کی چھٹیوں کی تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ کمیٹی نے نہ صرف تنخواہ دینے سے انکار کر دیا بلکہ آئندہ تدریس سے بھی جواب دے دیا۔ تنخواہ نہ دینے کا ایک آدمی کے کہنے پر یہ کہا کہ یہ تو ٹیوشن تھی، چھٹیوں کی تنخواہ کیسے؟ جبکہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ ٹیوٹر طے شدہ وقت سے زائد وقت ہرگز نہیں دیتا۔ ٹیوشن کا مسئلہ آغاز سے قبل طے کیا جاتا ہے جبکہ تدریس کے معاہدہ میں ٹیوشن کا ذکر تک نہیں ہوا۔ نہ پہلے نہ دورانِ تعلیم، علاوہ ازیں ٹیوشن پڑھانے والا اپنا دیگر کاروبار معطل نہیں کرتا حالانکہ اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معطل کر دیا۔ مندرجہ بالا تحریر کے تحت شرعی فتویٰ صادر فرمائیں کہ آیا مدرس چھٹیوں کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟ جبکہ سرکاری اور غیر سرکاری تمام مدارس میں مدرسین کو چھٹیوں کی تنخواہ دی جاتی ہے۔ بینوا بالدلیل وتوجروا عند الجلیل!

الجواب بعون الوهاب ومنه الصدق والصواب:

بشرط صحت سوال وبشرط صحت کاتب واضح ہو کہ آغاز کار ہی میں انتظامیہ اور مدرس کو باہمی رضامندی سے سالانہ تعطیلات کی تنخواہ دینے نہ دینے کا سمجھوتہ کر لینا چاہیے تھا۔ خواہ وہ سمجھوتہ تنخواہ کی ادائیگی پر ہوتا یا عدم ادائیگی پر تاکہ تعطیلات کے وقت اس پر عمل ہوتا، جیسا کہ قرآن مجید میں "یا ایها الذین آمنوا اوفوا بالعقود!" سے ظاہر ہے۔

مگر چونکہ ایسا نہیں ہو سکا تو اب فیصلہ معروف پر ہونا چاہیے۔ بقاعدہ المعروف کالمشروط۔ اگر یہ بھی صورت نہ ہو تو واضح رہے کہ مدرس اجیر خاص کے حکم میں ہے مغنی ابن قدامہ میں ہے:

"وهو الذى يقع العقد عليه فى مدة معلومة يستحق المستاجر نفعه فى جميعها كرجل استوجر بخدمة او عمل فى بناء او خياطة او رعاية يوما خاصا لاختصاص المستاجر بنفعه فى تلك المدة دون سائر الناس" (ص۴۷۹ ج ۵)

اور ہدایہ میں ہے:

"والاجير الخاص الذى يستحق الاجرة بتسليم نفسه فى المدة وان لم يعمل شهرا للخدمة او يرعى الغنم و انما سمى اجيرا لانه لا يمكنه ان يعمل لغيره لان منافعه فى المدة صارت مستحقة له والاجير مقابل بالمنافع و لهذا يبقى مستحقا وان نقض العمل" (هداية ص۲۹۴ ج ۳)

اور اسی طرح در المختار مع غایۃ الاوطار میں ہے:

"والاجير الخاص ويسمى اجير واحد وهو من يعمل لواحد عملا موقتا بالتخصيص ويستحق الاجر بتسليم نفسه فى المدة جوهرة نيره وان لم يعمل كمن استوجر شهرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للخدمة او شهر الرعی الغنم المسمی باجر مسمی" (ص۴۲ ج ۲)

یعنی "اجیر خاص وُہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر ہونے سے کذافی الجوهرة النيرة اگرچہ بعد حاضر ہونے کے کام نہ کرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کے واسطے یا ایک مہینہ بکریاں چرانے کے واسطے معین دو ماہے پر!"

لہٰذا ان فقہی تصریحات کے مطابق مدرسین حضرات اجیر خاص کہلائیں گے اور سالانہ تعطیلات کی تنخواہ کے مستحق ہوں گے۔

اسی طرح اثنائے سال میں مدرس کی تدریس اگر کسی وجہ سے موقوف ہو جاتی ہے مثلاً طلبہ چلے جاتے ہیں یا اور کوئی ہنگامی رکاوٹ پیش آجاتی ہے اور تدریس رُک جاتی ہے تو مدرس پھر بھی بدستور روایت (تنخواہ) کا مستحق ٹھہرے گا جب تک کہ اتفاق رائے سے اس کے خلاف کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو۔

بدایۃ المجتہد میں ہے:

"فقال عبد الوهاب الظاهر من مذهب اصحابنا ان محل استيفاء المنافع لا يتعين في الاجارة وان عين فذلك كالوصف لا ينفسخ ببيعه او ذهابه بخلاف العين المستاجرة اذا تلفت وذلك مثل ان يستاجر على رعاية غنم باعيانها او خياطة قميص بعينه فتهلك الغنم ويحترق الثوب فلا ينفسخ العقد على المستاجر ان ياتی بغنم مثلها ليرعاها او قميص مثله ليخيطه" (ص۲۲۳ ج ۲)

نیز مدرس کو چھٹیوں کا حق چونکہ انتظامیہ کی طرف سے حاصل ہُوا ہے۔ اس کا بھی تقاضا ہے کہ مدرس کو سالانہ تعطیلات کی تنخواہ کے حق سے محروم نہ رکھا جائے، جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی رفیقۂ حیات سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کے پیش نظر جنگِ بدر میں شریک نہیں ہُوئے تھے۔ اس کے باوجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ان لك اجر رجل ممن شهد بدرًا وسهمه"

(رواہ البخاری فی صحیحہ)

چونکہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا جنگِ بدر سے یہ تخلف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی سے تھا، اس لیے حضرت عثمانؓ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت سے (اپنے حصے کے) حق دار بنے تھے۔ اسی طرح مدرس کا سالانہ تعطیلات میں تدریس کے فرائض انجام نہ دینا انتظامیہ کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا وُہ بھی سالانہ تعطیلات کی تنخواہ کا حق دار رہتا ہے لہٰذا صورتِ مسئولہ کو مندرجہ بالا صورتوں پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی انتظامیہ کو سالانہ تعطیلات کی تنخواہ دینا پڑے گی۔

جہاں تک مدرس کی تنخواہ کا تعلق ہے تو وُہ بلاشبہ چھٹیوں کی تنخواہ کے مستحق ہیں۔ انتظامیہ کو چاہیے کہ وُہ خندہ پیشانی کے ساتھ بلا کسی کم وکاست کے ان کی پوری تنخواہ ادا کرے جہاں تک انتظامیہ کی طرف سے ٹیوشن قرار دینے کا بہانہ ہے تو وُہ محض لغو حیلہ ہے کیونکہ مدرس حسب تحریر طے شدہ وقت یعنی برابر پانچ گھنٹے کام کرتے چلے آتے ہیں اور انتظامیہ کے ساتھ ان کا یہی معاہدہ تھا۔ واضح رہے کہ میرے اس فتوٰی کی بنیاد فاضل معاصر حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب سرہالوی مدظلہ العالی کا وُہ فتواے ہے جو بیہقی الزماں حضرت الاستاذ جناب حافظ محمد صاحب گوندلوی "لا زالت شموسه بازغة علی وعلٰی معاصری من تلامذیه" کی تصدیق انیق کے ساتھ ۹ رجب ۱۳۹۸ھ کو جماعتی آرگن "الاعتصام" لاہور میں چھپا تھا۔ مختصر یہ کہ حسبِ تحریر مدرس تعطیلات سالانہ کی تنخواہ کے بلاشبہ مستحق ہیں اور مدرسہ کی انتظامیہ کے لیے از بس ضروری ہے کہ بلاشبہ کسی تاخیر کے ان کی پوری پوری تنخواہ ادا کردے ورنہ قیامت کے روز وُہ جوابدہ ہوگی۔

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

© rasailojaraid.com